جہاد ــــ اسلامی انقلاب کا ذریعہ

[یہ مقالہ جناب اسلم صدیقی کی تازہ ترین تصنیف A PATH FOR PAKISTAN کے ایک باب کا ترجمہ ہے۔]

اسلم صدیقی

ہر انقلاب اپنے عہد کی معاشرتی قدروں کے لئے ایک چیلنج ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے عمل کے دوران انقلاب کا معاشرتی قدروں سے تصادم ناگزیر ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے انقلابی تحریک کو اپنی حفاظت اور (اگر ممکن ہو تو) اپنی توسیع کی تدبیر اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح مسیحی عدم تشدد ہو، یا اشتراکی وعایت یا اسلامی جہاد، یہ سب انقلابی مقصد کے حصول کی مختلف تدبیریں ہیں۔ مختلف سیاسی حالات نے انہیں مختلف خصوصیات کا حامل بنا دیا ہے۔

تصوّرات میں تبدیلی

تاریخ اسلام میں جہاد کی بھی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ ذریعۂ انقلاب کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس کا بہترین استعمال کیا تھا۔ لیکن جب مسلمان خود حکمران طاقت بن گئے اور ان کا مفاد صورت احوال کو جوں کا توں برقرار رکھنے کے ساتھ وابستہ ہو گیا، تو ظاہر ہے کہ انقلاب اور انقلابی وسائل سے دستبردار ہونا ان کے لئے ناگزیر ہو گیا۔

رفتہ رفتہ انقلابی حرکت میں جمود آ گیا۔ اسلامی عقائد میں تبدیل شدہ سیاسی حالات سے تطبیق کی راہ [illegible] اس طرح انقلاب کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دی گئی۔

جہاد کی شرائط میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کی قیادت کے لئے امام کا وجود ضروری قرار دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ پچھلی کئی صدیوں سے جہاد عملاً معطل ہوگیا ہے۔ خوارج، جو سیاسی اقتدار سے ملوث نہیں ہوئے مسلمانوں کے فرقوں میں صرف انہیں کا عقیدہ رہا کہ جہاد اسلام کا ایک رکن ہے جس کو نہ کسی حال میں ترک کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں نرمی برتی جاسکتی ہے۔

غیر متشددانہ جہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ تبلیغ اسلام درحقیقت غیر متشددانہ جہاد کا آغاز تھا۔ جس کے فوری اور دوررس اثرات مترتب ہوئے۔ آپؐ کی تبلیغ کی شکایت کرتے ہوئے قریش نے کہا

"ماراینا مثل ما صبرنا علیہ من امر ھذا الرجل قط: سفہ احلامنا، وشتم اباؤنا وعاب دیننا، وفرق جماعتنا، وسبّ الھتنا۔ لقد صبرنا منہ علی امر عظیم (۱)

ہم نے کبھی ایسی مصیبت کا سامنا نہیں کیا تھا جیسا کہ اس شخص کے ہاتھوں ہمیں درپیش ہے۔ یہ شخص ہمارے طریق زندگی کو جاہلانہ کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے مذہب کو عیب لگاتا ہے، اس نے ہم میں تفرقہ ڈال دیا ہے، ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے۔ جو مصیبت اس کے ہاتھوں ہمیں اٹھانا پڑ رہی ہے وہ تو صبر سے باہر ہے۔

نبی اکرمؐ کو اس وجہ سے طعن و تشنیع، سب و شتم بلکہ دست درازی تک برداشت کرنا پڑی۔ یہ اذیت رسانی کئی سال تک جاری رہی۔ عام مسلمانوں کو تو اور بھی زیادہ تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ ابن اسحاق کے الفاظ میں:

وثبت کل قبیلۃ علی من فیھا من المسلمین، فجعلوا یحبسونھم، ویعذبونھم بالضرب والجوع والعطش وبرمضاء مکۃ اذا اشتدّ الحرّ من استضعفوا منھم یفتنونھم عن دینھم (۲)

جس قبیلے میں بھی مسلمان تھے اس قبیلے کے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور جو مسلمان کمزور تھے یہ لوگ ان کو قید کر دیتے۔ انہیں مارتے پیٹتے، بھوکا پیاسا رکھتے۔ ان کو مکے کی جلتی ہوئی ریت پر گھسیٹتے یہ سب کچھ اس لئے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں۔

یہ ظلم و ستم اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مقاطعہ کر دیا گیا۔ مسلمانوں سے شادی بیاہ اور کاروبار کے تمام تعلقات منقطع کر لئے گئے۔

۶۱۹ء میں آنحضرتؐ کے شفیق چچا ابو طالب اور غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔ بنو ہاشم کا

کا نیا سردار ابولہب آپ کی حلف (قبائلی حمایت) سے دستبردار ہوگیا۔ نبی اکرمؐ حلیف کی تلاش میں طائف گئے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ مکّہ میں حلیفوں کی جستجو جاری رہی۔ لیکن کامیابی سے ہمکنار نہ ہوئی۔ ان ناکامیوں نے کفارِ مکہ کے حوصلے بڑھادئے اور ان کی اذیت رسانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ قرآن کی یہ آیت غالباً انہی نازک حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (الانفال، ۲۶)

اور یاد کرو جب تم قلیل تعداد میں تھے اور ملک میں مغلوب پڑے تھے۔ ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ اس وقت اس نے تمہیں ٹھکانا دیا۔ اپنی مدد سے قوت دی اور پاک روزی بخشی تاکہ تم شکر کرو۔

آخر کار، آپ نے مکہ میں تبلیغ کا کام روک کر مکہ سے باہر کی طرف توجہ دی۔ ان حالات کی طرف قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات میں اشارہ ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ۔ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔

(القرآن، الحج، ۲۲ : ۳۹-۴۰)

ان لوگوں کو (جنگ کی) اجازت دیدی گئی جن سے کافر لڑتے ہیں۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی مدد کی قدرت رکھتا ہے۔ انہیں ناحق گھروں سے نکال دیا گیا، صرف اس جرم پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اگر اللہ نے انسانوں کے ایک گروہ کا دفعیہ دوسرے گروہ کے ذریعے نہ کیا ہوتا، تو گرجا، مدرسے، عبادت خانے، اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے ڈھادئے جاتے۔ اللہ یقیناً اس کی مدد کریگا جو اس کی مدد کرے۔ بے شک اللہ قوی اور زبردست ہے۔

حالتِ جنگ

۶۲۲ء میں جب مسلمان مدینے پہنچے تو قرآن کے الفاظ میں ان کے ساتھ "ظلم کیا گیا تھا (ظُلِمُوْا)"۔ اور انہیں "ناحق گھروں سے نکال دیا گیا تھا (اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ)۔ اس لئے اب وہ قتال کے لئے آمادہ تھے۔ جنگ چھڑ چکی تھی۔ ہجرت مدینہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں حالتِ جنگ مسلسل قائم رہی۔ نبی کریمؐ نے فوری پیش قدمی کی۔ تقریباً اٹھارہ مہینے

کے عرصے میں سات سرایا بھیجے۔ یہ سریے جنگِ چپاول (WAR OF ATTRITION) کے سلسلے کی کڑیاں تھیں۔ مکہ کے تجارتی قافلے اس جنگ کے لئے بہترین ہدف تھے، اور مالِ غنیمت کی فراہمی کا آسان ذریعہ۔ آخر کار مکہ والوں کو اپنی حفاظت کے لئے وسیع احتیاطی تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ علاوہ ازیں یہ سرایا "جنگی مشقیں" تھیں جن کے ذریعے مسلمان مجاہدوں کو فوجی تربیت ملی۔

نخلہ کی مہم

نخلہ کی پہلی مہم نبی اکرم ص کی جنگی تدبیر کو (STRATEGY) کو بالاجمال واضح کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کن امور کو زیادہ اہم سمجھتے تھے۔ واقعات یہ ہیں کہ نبی اکرم ص نے آٹھ مہاجرین کا ایک دستہ عبداللہ ابن جحش کی سرکردگی میں بھیجا۔ آپ نے انہیں ایک سربمہر خط دیا، جس کے متعلق حکم تھا کہ مدینہ سے تین دن کی منزل پر اسے کھولا جائے چنانچہ مقررہ جگہ پر جا کر خط کو کھولا گیا۔ اس میں دستے کو ہدایات دی گئی تھیں کہ طائف سے مکے کو جانے والی راہ پر نخلہ تک جائیں اور وہاں پہنچ کر مکے کے تجارتی قافلے کی گھات میں بیٹھیں۔ امیر سریہ کو یہ بھی ہدایت تھی کہ وہ ساتھیوں کو ان ہدایات پر عمل کرنے پر مجبور نہ کرے۔ صرف صورتِ حال کو واضح کر دے مہم کے تمام اراکین نے ان ہدایات کو تسلیم کیا۔ آخر کار قافلہ بھی آپہنچا۔ مسلمانوں نے ظاہر کیا گویا وہ حج پر جا رہے ہیں اور قافلے کے بالکل قریب خیمے لگا دئے۔ مناسب موقع پاکر دستے نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے کا ایک پہریدار مارا گیا اور دو کو قید کر لیا گیا۔ سارے قافلے پر قابو پاکر اسے مدینہ لے جایا گیا یہ حملہ قریش کے ان مقدس مہینوں میں ہوا تھا۔ جن میں لڑائی قطعاً حرام تھی۔

یہ ان کی معاشرتی قدر کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کے بارے میں اپنے حکم کو ملتوی رکھا۔ بعد میں مکہ والے اپنے دو قیدیوں کا فدیہ دینے کے لئے آئے۔ لیکن نبی ص نے یہ فدیہ اس وقت قبول کیا جب سریہ نخلہ کے دستے کے دو گمشدہ مسلمان بازیاب ہو گئے۔ قرآن فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ج وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ	جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے۔ وہ طبعاً تم کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں باعثِ خرابی ہو۔ اللہ

قِتَالٌ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

(القرآن، البقرہ ۲: ۲۱۶-۲۱۷)

تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کے متعلق پوچھتے ہیں. آپ فرمادیجئے کہ اس میں قتال (عمداً) جرم عظیم ہے. اور اللہ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ. اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا جرم ہے. فتنہ پردازی کرنا، قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے. یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے تم پر قابو پالیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں. جو شخص تم میں سے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں ہی اسے موت آئے تو ایسے لوگوں کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں. ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے

جائزہ سریۂ نخلہ اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ نبی اکرم ص کے پاس خبر رسانی (INTELLIGENCE) کا بہترین انتظام تھا. ابن ہشام نے چند ایسے مسلمانوں کا ذکر کیا ہے جو مکے میں رہ گئے تھے. لازماً انہی لوگوں نے نبی ص کو معلومات بہم پہنچائی ہوں گی. ابن ہشام نے ابو رافع سے روایت کی ہے:

كنت غلاما للعباس بن عبد المطلب، وكان الاسلام قد دخلنا اهل البيت فاسلم العباس واسلمت ام الفضل واسلمت، وكان العباس يهاب قومه ويكره خلافهم وكان يكتم اسلامه، وكان ذا مال كثير متفرق في قومه (۴)

میں عباس کا غلام تھا، گھر کے ہم سب لوگ اسلام قبول کر چکے تھے. حضرت عباسؓ، حضرت ام الفضل اور میں، ہم تینوں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے. لیکن حضرت عباسؓ اپنے قبیلے والوں سے ڈرتے تھے، اور ان کی مخالفت مول لینا نہیں چاہتے تھے. اس لئے انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا. ان کی کافی رقم لوگوں کے پاس پھنسی ہوئی تھی.

نبی اکرم ص نے اپنی ہدایات کو امیر جیش تک سے صیغۂ راز میں رکھا. اور دستے کو نجد کی راہ مشرق کی طرف بھیجا. جبکہ ان

کی اصلی منزل جنوب کی طرف تھی۔ آپ کی ان دو جنگی تدبیروں سے غنیم کو اچانک دبوچ لیا گیا۔ نبی اکرمؐ نے جیش کے عزم و نظم (MORALE) کی تقویت کے لئے امیر جیش عبداللہ بن جحش کو ہدایات دیں کہ "کسی کو ان ہدایات کی تعمیل کے لئے مجبور نہ کرنا" چنانچہ امیر جیش نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "اگر کسی کو شہادت کی آرزو ہے تو آگے بڑھے اور جسے یہ خواہش نہیں، وہ واپس چلا جائے"۔ جیش کے تمام ارکین نے اس دعوت پر لبیک کہا اور بطورِ خود حاجیوں کا بھیس بدل کر قافلے کو چکمے میں ڈالنے کی تدبیر اختیار کی۔

نبی اکرمؐ نے اس سریہ کے سیاسی پہلو پر بھی نہایت خوش اسلوبی سے نظر رکھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکے والوں نے خود فدیہ کی پیش کش کر کے صلح کر لی اور رجب کے مقدس مہینے میں لڑائی چھیڑنے کا الزام مسلمانوں کے سر رکھ کر تمام عربوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کا موقع کھو دیا۔ جنگِ بدر سے فوراً پہلے، عتبہ نے اس جنگی تدبیر کا ابوجہل سے ذکر کیا تھا۔ اس نے مشورہ دیا تھا کہ عربوں کو محمدؐ سے نبٹنے دو؛ لیکن یہ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید" تھا۔ موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ کفارِ مکہ کے برخلاف رسول اللہ صلعم نے عام عربوں کا ردِّ عمل معلوم کرنے لئے توقف سے کام لیا چنانچہ قرآن نے مندرجہ بالا آیات میں اسی واقعے کا ایک اور پہلو سے ذکر کیا ہے۔ غرض فوجی اور سیاسی دونوں نقطۂ نگاہ سے یہ مہم بہت خوش اسلوبی سے چلائی گئی اور کامیاب رہی۔

دیگر سرایا

ساٹھ مہاجرین کی ایک اور مہم حضرت عبیدہ بن حارث کی سرکردگی میں حجاز کی طرف بھیجی گئی۔ ان کی کفارِ مکہ کی ایک بڑی جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی۔ لڑائی کی نوبت تو نہیں آئی، لیکن فوجی نقطۂ نظر سے بہت اہم بات یہ ہوئی کہ دو مکے والوں نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں میں آ ملے۔ ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کے پہلے سے ہی ہمدرد تھے۔

آپ نے آٹھ مسلمانوں کا ایک اور دستہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں حجاز کے مقام "خرار" کی طرف روانہ کیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سریہ صرف معلومات فراہم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

بعض مہموں میں رسول اللہ صلعم نے بنفسِ نفیس حصہ لیا اور اپنی مدبرانہ عظمت کا ثبوت دیا۔ "العشیرہ" کی مہم میں آپ نے لڑے بغیر بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو حمزہ سے معاہدہ کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت تک اتنی قوت حاصل کر چکے تھے کہ عرب قبائل آپ سے معاہدہ کرنا اپنے لئے مفید سمجھنے لگے تھے۔ انہی مقاصد کے پیشِ نظر آپ نے کرز بن جابر الفہری کو جس نے مدینہ میں اونٹوں کی چراگاہ پر حملہ کیا

تھا، سزا دینے کے لئے چڑھائی کی، کرز بھاگ نکلا۔

متشدّدانہ جہاد

حضرت حمزہ بن عبد المطّلب کی ساحلِ سمندر کی مہم سے جنگِ چپاول (IRREGULAR WAR) کی جگہ باقاعدہ جنگ (REGULAR WAR) کے آغاز کا رجحان نظر آنے لگتا ہے۔ حضرت حمزہ رض کی سرکردگی میں صرف تیس سوار تھے۔ لیکن ان کے مقابل ابوجہل کے ساتھ تین سو سوار تھے۔ حضرت حمزہ کے ہاتھ میں ایک علم بھی تھا۔ مجدی ابن عمرالجہنی کے بیچ بچاؤ سے مصالحت ہوگئی اور فریقین الگ ہوگئے۔

سریّہ "سیف البحر" یعنی ساحلِ سمندر کا یہ سریّہ نخلہ کی مہم سے اس قدر مختلف بلکہ متضاد ہے کہ یہ باور کرنے میں دقّت محسوس ہوتی ہے کہ دونوں مہمیں ایک ہی ذہنِ رسا کی تیار کردہ تھیں۔ شاید واقعات کی کوئی کڑی گم ہوگئی ہے۔ ممکن ہے کہ حضورؐ کو ابوجہل کے لشکر سے سواروں کے ٹوٹ کر مسلمانوں میں آملنے کی توقّع تھی۔ شاید اسی لئے جھنڈا لہرایا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کے لشکر میں آملنے کے لئے واضح علامت موجود ہو۔ اغلب ہے کہ یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ قرآن فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ. الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۔ (القرآن الانفال: ۱۸)

اے پیغمبر، آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔ اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اسی طرح اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آئیں گے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کوئی سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف کردی اور معلوم کرلیا کہ تم میں ہمّت کی کمی ہے۔ اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ہزار آدمی ہونگے تو دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

جنگِ بدر

جنگ بدر میں مذکورہ بالا سریۂ سیف البحر کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ یہ بھی انہی خطوط پر لڑی گئی حضورؐ کا لشکر تین جھنڈے لئے ہوئے تھا تاکہ شناخت میں کوئی غلطی نہ ہو۔ یہ مہم بے حد سنگین تھی۔ حضورؐ نے مہاجرین اور انصار دونوں سے الگ الگ مشورہ کیا۔ سب نے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ بایں ہمہ مسلمانوں اور کفار کی فوج میں نسبت ایک اور تین کی تھی۔ مزید یہ کہ مقابل میں بہتر اسلحہ اور بہتر سامانِ رسد تھا۔ عام معیار کے مطابق مسلمانوں کے لئے حالت انتہائی خطرناک تھی۔

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ ۙ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ

(القرآن الانفال : ۸ : ۵ - ۶)

مسلمانوں کی ایک جماعت اسے بہت گراں سمجھ رہی تھی۔ اور وہ حق کے بارے میں اس کے ظہور کے بعد بھی آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔

اہل مکہ کو اپنے پر اس قدر اعتماد تھا کہ ابوجہل نے اکڑ کر کہا کہ اے محمد تم سے مکہ چھوٹا، اب تمہیں مدینے سے بھی راہِ فرار اختیار کرنی ہوگی۔ عتبہ نے بھی انتہائی غرور سے اسی قسم کے الفاظ کہے۔ یہ سارا طنطنہ اس لئے تھا کہ مسلمانوں کی نسبت کفار مکہ کے پاس کہیں زیادہ بہتر فوجی طاقت تھی۔ قرآن حکیم کی آیات محولہ بالا کے الفاظ "یساقون الی الموت وھم ینظرون" (دیکھی بھالی موت کی طرف لے جائے جا رہے تھے) میں جو نکتہ ہے اسے سمجھنے کے لئے رسول اللہ صلعم کی ان ہدایات کو سامنے رکھئے جو آپ نے اپنے صحابیوں کو اس موقع پر دی تھیں۔ آپ نے فرمایا:

"انی لقد عرفتُ انّ رجالاً من بنی ھاشم وغیرھم قد اخرجوا کرھا لاحاجۃ لھم بقتالنا، فمن لقی منکم احدا من بنی ھاشم فلا یقتلہ، ومن لقی ابا البختری بن ھشام بن الحارث بن اسد فلا یقتلہ ومن لقی العباس بن عبد المطلب عمّ رسول اللہ

مجھے معلوم ہے کہ بعض ہاشمیوں کو ان کی مرضی کے خلاف جنگ کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ وہ ہم سے لڑنے کو تیار نہیں ہیں اگر تم میں سے کسی کا سامنا بنو ہاشم سے ہو یا ابو البختری یا عباس (عمّ نبی) سے ہو تو انہیں قتل نہ کرنا۔ کیونکہ انہیں اپنی مرضی کے خلاف میدان جنگ میں نکلنا پڑا ہے۔

فلا یقتلہ، فانّہ انما اخرج مستکرھًا"(۶)

ان ہدایات کا صاف مطلب یہی نکلتا ہے کہ حضورؐ کو مذکورہ بالا اشخاص کے طرزِ عمل کے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں تھا۔ اس لئے آپ ایسی غیر مساوی جنگ مول لینے کو تیار ہو گئے تھے۔

دو تدبیریں

حضورؐ کی یہ مہم مکّے کے ایک تجارتی قافلے کے خلاف تھی جو شام سے واپس آ رہا تھا۔ ابوسفیان کو جو اس قافلے کا سالار تھا، پہلے ہی سے اس کا اندیشہ تھا۔ وہ نبی اکرمؐ کی نقل و حرکت کے بارے میں لمحہ بہ لمحہ کی خبریں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حجاز کے قریب اسے حملے کی تیاری کی خطرناک خبر ملی۔ اس نے ضمضم کو مکّے بھیج دیا کہ کاروان کی حفاظت کے لئے فوج روانہ کی جائے۔ اس دوران میں، ابوسفیان نے اس علاقے کا معائنہ کیا، جہاں سے قافلے کو گزرنا تھا۔ اونٹوں کی مینگنیوں سے اس نے اندازہ لگایا کہ حملے کا خطرہ بدر کے قریب ہے۔ اس نے قافلے کا راستہ بدل دیا اور بدر کو بائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے ساحل کا راستہ لیا۔ ابوسفیان نے جب اپنے کو محفوظ دیکھا تو اس نے مکی فوج کو کہلا بھیجا کہ وہ واپس ہو جائیں۔ ابوجہل نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ بدر میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ بنو زہرہ نے اختلاف کیا اور واپس چلے گئے۔ طالب بن ابی طالب، عقبہ اور بعض دوسر اشخاص بھی ابوجہل کی تجاویز کے مخالف تھے۔ لیکن ان کا اختلاف اتنا شاید نہ تھا کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ اس طرح مکے والوں میں فرار اور نفاق کے عناصر موجود تھے جو فوجی نظم و ضبط کے لئے ہمیشہ مہلک ثابت ہوتے ہیں۔

قافلے کو لے جانے کے لئے نبی اکرمؐ نے مدینہ سے بالائی راستہ اختیار کیا لیکن قافلے سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ مگر وادی ذفران میں یہ خبر ملی کہ مکّہ کا لشکر بالکل قریب ہے۔ باہمی مشوروں، اور یقین دہانی کے بعد، آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ پتہ چلا کہ مکّہ کا لشکر نو سو سے زیادہ افراد پر مشتمل ہے۔ اور ان میں قریش کے بڑے بڑے سردار شامل ہیں۔ ان سب نے عقنقل پہاڑی کے دوسری طرف پڑاؤ کیا ہے۔ ان کے مقابلے کے لئے نبی اکرمؐ نے حباب ابن المنذر کی بتائی ہوئی جنگی تدبیر پر عمل کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ مسلمان قریش کے قریب ترین پانی کے ذخیرے کی طرف پیش قدمی کریں، اس کے اردگرد کے تمام کنویں بند کر دیں۔ پانی کو ایک حوض میں جمع کر لیں تاکہ مسلمانوں پاس تو پانی وافر مقدار ہو لیکن دشمن محروم رہے۔ یہ تجویز انتہائی کامیاب رہی۔

مقابلہ اگلی صبح قریش نے عقنقل پہاڑی کو عبور کر لیا اور مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہو گئے مقابلہ مبارزت طلبی سے شروع ہوا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اب دونوں طرف سے تیر اندازی شروع ہوئی جس میں کچھ مسلمان شہید ہوئے۔ آخر میں عام دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کچھ دیر تک مسلمانوں پر خاصا دباؤ رہا۔ آخر طوفانِ باد و باراں نے مسلمانوں کی مدد کی اور مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ ان میں سے ستر کے قریب مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ مقتولین میں ابوجہل بھی تھا۔ قیدیوں کو بعد میں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

اس فتح کے نتیجہ میں حاصل شدہ فوائد کے استحکام کے لئے نبی اکرم ص نے فوری اقدامات کئے۔ آپ نے قریش کے حلیف قبائل بنو سلیم اور بنو غطفان کے خلاف فوجی دستے بھیجے۔ دو اور حملے غزوۃ القردہ اور غزوۃ الفرع ہوئے۔ مدینہ کے اندر یہودی قبیلہ بنو قینقاع نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ آخر کار وہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پر رضامند ہو گئے۔ اور انہیں مدینے سے جلا وطن کر دیا گیا۔ اسماء بنت مروان، ابو عفک اور کعب بن الاشرف کو قتل کرا دیا گیا۔

جنگ احد

لیکن ابھی ایک بڑی مہم سامنے تھی۔ نبی اکرم ص کو جنگ کلی (TOTAL WAR) کے لئے تیاری کرنی تھی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ط اَنَّهُمْ
لَا يُعْجِزُوْنَ ٥ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ
مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ
عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ

(القرآن۔ الانفال ۸: ۵۹، ۶۰)

کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے۔ یقیناً وہ خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے، ہتھیاروں سے، پلے ہوئے گھوڑوں سے۔ سامانِ جنگ درست رکھو، اس کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں پر، اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے اپنا رعب قائم رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دیا جائیگا۔ تمہارے لئے کوئی کمی نہ ہوگی۔

نبی اکرم ؐ کو ہدایات ملیں کہ آپ مؤمنوں کو جنگ کلی کے لئے آمادہ کریں ادھر مکے والے انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ حارث بن ہشام یہ اشعار کہتا پھرتا تھا۔

علی النبی و اللات یا قوم فاعلموا
بکم واثق أن لا تقیموا علی قبل
سوی جمعکم للسابغات و للقنا
وللبیض والبیض القواطع والنبل

(ترجمہ: اے قوم۔ خبردار! ہوشیار! لات کی قسم مجھے یقین ہے کہ تم انتقام لئے بغیر چین سے نہ بیٹھ سکو گے تو آؤ جمع ہو جاؤ، زرہیں پہن لو، نیزے سنبھال لو، خود چڑھا لو، تیز تلواریں سونت لو۔ اور تیر کمان جوڑ لو)

ابوسفیان کی خبر یابی کی کوششیں

جلد ہی ابوسفیان دو سو سوار لے کر مدینہ پہنچا وہ کوہ ثیب تک صحیح سلامت پہنچ گیا جو مدینہ سے ایک منزل پر ہے۔ وہ رات کو مدینے میں پہنچا یہودی قبیلہ بنونضیر کے سردار سلام بن مشکم سے ملا سلام نے اس کی خاطر مدارات کی اور اسے مسلمانوں کے متعلق کچھ "خفیہ خبریں" بہم پہنچائیں۔ یہ خبریں لے کر ابوسفیان صحیح سلامت اپنے لشکر میں واپس آگیا۔ صبح کو اس نے کچھ سوار بھیجے جنہوں نے کچھ کھجور کے درخت جلا دئے۔ اور دو انصاریوں کو قتل کر دیا۔ تب کہیں جا کر نبی اکرم ؐ کو کفار مکہ کے حملے کا علم ہوا۔ آپ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن ابوسفیان جا چکا تھا۔ اسے مکے والوں کی آزمائشی مہم کہا جا سکتا ہے جس میں وہ پوری طرح کامیاب رہے۔

اس بارے میں چند باتیں قابل غور ہیں۔ ابوسفیان نے ایسے اقدامات کئے جن سے مسلمانوں کی خبر یابی (INTELLIGENCE) کی وہ کارگزار تنظیم ختم ہو کر رہ گئی جس نے نخلہ کی مہم کو کامیاب بنایا تھا۔ اب ابوسفیان کے اپنے خبر یابی کے ایسے وسائل تھے کہ اس نے مدینے جا کر مسلمانوں کے متعلق خبریں حاصل کر لیں۔ اس نے یہود کے سردار سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے حلف کا وعدہ کیا۔ اور مال غنیمت کا لالچ دیا۔ یہ سب کچھ اس شہر میں واقع ہوا جو مدینۃ النبی تھا۔ ظاہر ہے کوئی بہت بڑی کمی واقع ہو چکی تھی۔

شوال ۳ھ (مارچ ۶۲۵ء) میں ابوسفیان تین ہزار کی جمعیت لے کر مدینے پر حملہ آور
فوجیں | ہوا۔ اس لشکر میں تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ لشکر میں گانے والی لڑکیوں
خصوصی اہتمام تھا جو رزمیہ اشعار پڑھ پڑھ کر لشکریوں کو اشتعال دلاتی تھیں۔ کفار آگے بڑھ کر احد
ے دامن میں خیمہ زن ہو گئے۔ مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے انہوں نے فصلیں اجاڑنا شروع کر دیں
ی اکرمؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضور کی اپنی تجویز یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر لڑا جائے۔ عموماً خیال کیا
تا ہے کہ اگر نبی اکرمؐ کی اس رائے پر عمل کیا گیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ لیکن حالات کے پیش نظر رسول اکرمؐ
بعد کا فیصلہ ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہودیوں اور منافقین کی کثیر تعداد میں ہونے اور درپردہ
فار سے ساز باز رکھنے کی وجہ سے مدینے کے اندر رہ کر مدافعت ناممکن تھی۔ یہودیوں پر اعتماد نہیں کیا جا
کتا تھا۔ حضورؐ نے اسی لئے ان کی مدد کی پیش کش کو رد کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ شہر کی مدافعت کے لئے
سلمانوں کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر دینے سے مسلمانوں کی قوت منتشر ہو جاتی جس پر غلبہ پانا
سان ہو جاتا۔ اندرونی مدافعت محض اسی وقت کامیاب ہو سکتی تھی جب کہ مدینے کے اندر غدار اور دشمن عناصر
وجود نہ ہوتے۔

نبی اکرمؐ تقریباً ایک ہزار کا لشکر لے کر مشرکین سے لڑنے کے لئے نکلے۔ آپ نے صفیں درست
یں، پچاس تیراندازوں کو ایک درّے پر مقرر کیا۔ ان کے سردار عبداللہ بن جبیر کو حکم دیا:

نضح الخیل عنا بالنبل لا یأتونا من	دشمن کے سواروں کو تیروں سے روکو۔ انہیں عقب
خلفنا ان کانت لنا او علینا	سے حملہ کرنے کا موقع نہ دو۔ جنگ کا فیصلہ خواہ ہمارے
فاثبت مکانک لا نؤتین	حق میں ہو یا خلاف ہر صورت میں اسی جگہ ثابت قدمی
من قبلک ۔ (۷)	سے جمے رہو۔

جنگ شروع ہونے سے ذرا پہلے منافقین نے غداری کی۔ عبداللہ بن ابیّ اپنے تین سو آدمیوں
لے کر الگ ہو گیا۔ اب مکہ کے تین ہزار کے لشکر کے مقابلے میں تقریباً سات سو مسلمان رہ گئے۔ جنگ
کے دوران بھی منافق فرار ہوتے رہے۔

۲۳ مارچ ۶۲۵ء کو عام جنگ شروع ہوئی۔ تعداد کی کمی اور اسلحہ کی قلت کے باوجود
مقابلہ | مسلمان بڑی بے جگری سے لڑے۔ انہوں نے کفار مکہ کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور انہیں

ان کے خیموں سے دور بھگا دیا۔ اور یہ نظر آنے لگا کہ دشمن میں عام بھگدڑ مچ گئی ہے۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ یہ "عام بھگدڑ" اسلامی لشکر کی صفوں کو توڑنے کے لئے محض ایک جنگی چال تھی۔ کفارِ مکہ کی یہ پسپائی اور اس کے ساتھ ہی درّہ کی راہ سے ان کا عقبی حملہ۔ یہ دونوں کاروائیاں اس تال میل کے ساتھ کی گئی تھیں کہ مسلمان فوجیں ابھی مالِ غنیمت جمع بھی نہ کرپائی تھیں کہ ان میں انتشار پھیل گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کفارِ مکہ کی پہلے سے خوب سوچی سمجھی ہوئی تدبیر تھی۔ ادھر مسلمان تیر انداز درّے سے ہٹے ادھر مکے والوں نے فوراً اس طرف سے حملہ کردیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمان تتر بتر ہوگئے۔ انتہائی خونریز دست بدست جنگ ہونے لگی۔

ابن اسحٰق اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

و انکشف المسلمون فاصاب فیھم العدو وکان یوم بلاء وتمحیص، اکرم اللّٰہ فیہ من اکرم من المسلمین بالشھادۃ حتیٰ خلص العدوّ الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فدث بالحجارۃ حتیٰ وقع لشقّہٖ، فاصیبت رباعیتہٗ وشجّ فی وجھہ وکلمت شفتہٗ (۷)	مسلمان بھاگ رہے تھے اور دشمن ان کو بری طرح قتل کر رہا تھا۔ یہ آزمائش اور امتحان کا دن تھا۔ دشمن نبی اکرم ؐ تک آپہنچا۔ آپ کو ایک پتھر آ لگا۔ جس سے آپ زخمی ہو کر گر پڑے آپ کا دندان مبارک شہید ہوا۔ رخِ انور پر خراشیں آئیں اور ہونٹ زخمی ہوئے

نبی اکرم ؐ بڑی مشکل سے کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر احد کی ڈھلوان تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ یہاں آکر آپ نے مسلمانوں کو دوبارہ منظم کیا اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر ابوسفیان میدان چھوڑ کر مکے کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابن اسحٰق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکان یوم احد یوم بلاء وتمحیص، اختبر اللّٰہ بہ المؤمنین، ومحق بہ المنافقین ممّن کان یظھر الایمان بلسانہ وھو مستخف بالکفر فی قلبہ (۸)	یوم احد آزمائش اور امتحان کا دن تھا، اس دن منافقین اور مؤمنین کی جانچ ہوئی۔ وہ لوگ جانچے گئے جو زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں کفر تھا۔

قرآن کا تبصرہ

سورۂ آل عمران اور النساء میں اس جنگ کے متعلق جستہ جستہ اشارات

إِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ (النساء: ۸۳)

اگر ان تک سلامتی یا خطرے کی کوئی خبر آپہنچتی ہے تو وہ شور مچا کر اسے پھیلا دیتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسا عنصر بھی شامل ہوگیا تھا جس کی وفاداری مشکوک تھی۔ قرآن میں ایک ٹال مٹول کرنے والے کا ذکر ہے۔ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ (تم میں سے بعض ایسے ہیں جو دیر کرتے ہیں النساء: ۷۲) قرآن کچھ ایسے لوگوں کی موجودگی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جن کی راتیں حضور ؐ کے خلاف تدبیریں سوچنے میں بسر ہوتی تھیں۔

فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ (القرآن النساء ۴: ۸۱)

جب وہ آپ سے الگ ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ ساری رات آپ کی ہدایت کے خلاف (تدبیریں سوچنے میں) بسر کرتا ہے۔

سورہ آل عمران میں اس جنگ کی عام تفصیل مذکور ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ج حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ ط مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ج وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ط وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ٥ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ط وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ٥ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا، جب تم اللہ کے حکم سے کفار کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور ہوگئے اور باہم اختلاف کرنے لگے اور تم کو جب تمہاری مرغوب چیز دکھادی گئی تو تم نے نافرمانی کی، تم میں سے بعض ایسے ہیں جو دنیا کو چاہتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں اس لئے اللہ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر لیا پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ اللہ تمہاری آزمائش فرمائے اور یقین کرو کہ اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر فضل فرمانے والے ہیں۔ وہ وقت یاد کرو جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے اور رسول پیچھے پکار رہا تھا۔ اللہ نے اس پاداش کی غم میں تمہیں غم

مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ
فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ
لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط
قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ
صُدُوْرِكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ لا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا
كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔ (آیات ۱۵۲ - ۱۵۵)

جاتی رہی۔ اور نہ اس مصیبت پر جو تمہیں آپہنچی۔ اللہ تمہارے کاموں سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر اللہ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجا۔ ایک قسم کی اونگھ جو ایک جماعت پر تو پوری طرح غالب آگئی تھی۔ اور ایک جماعت وہ تھی جن کو اپنی جان کی ہی فکر پڑی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے بارے میں خلاف واقعہ گمان کر رہے تھے جو کہ محض جاہلیت کے خیالات تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا کچھ بس نہیں چلتا۔ آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی باتیں رکھتے ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے، تب بھی جن کیلئے قتل مقدر تھا وہ ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ مقتول ہوئے۔ اور یہ سب کچھ اللہ نے دلوں کی بات آزمانے اور دلوں کو جانچنے کے لئے کیا۔ اللہ باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس دن پشت پھیر دی تھی جب دونوں جماعتیں بالمقابل تھیں تو یہ صرف شیطان کے ورغلانے سے تھا۔ ان کے بعض اعمال کی وجہ سے یقین رکھو کہ اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ واقعی اللہ بڑے مغفرت کرنے والے اور حلم والے ہیں۔

سر جنگ

اس شکست سے مسلمان رنج ضرور ہوئے لیکن انہوں نے مات نہیں کھائی تھی۔ بڑی آزمائش اب آنے والی تھی۔ فریقین کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اہل مکہ انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ

قبائل کو نبی اکرمؐ سے بدظن کر کے اپنے ساتھ ملالیں۔ وہ انہیں مال غنیمت اور طرح طرح کے لالچ دے رہے تھے۔ انہیں اس میں کافی کامیابی بھی ہوئی۔ بعض قبائل نے رسول اللہ کی مخالفت میں بہت اوچھے حربے استعمال کئے۔ انہوں نے نبی اکرمؐ سے درخواست کی کہ اسلام کی تعلیم کے لئے مبلغ بھیجئے اور دھوکے سے ان مبلغوں کو راستے میں ہی قتل کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود بعض مبلغ ضرور کامیاب بھی رہے ہوں گے۔ ذریعۂ خبر رسانی کی حیثیت سے وہ جس قدر اہمیت کے حامل ہوں گے یہ امر محتاجِ بیان نہیں۔ رسول اللہ صلعم کا عمومی طریق کار یہی تھا کہ جونہی انہیں مدینہ کے گرد و نواح میں دشمنوں کے جمع ہونے کی خبر ملتی آپ فوجی دستے بھیج دیتے۔ الغرض آپ نے خبریابی کی ازسرِنو تنظیم کی اور اس کی بنیاد پر فوجی اقدامات شروع کئے۔

غداریاں

احد کے فوراً بعد عضل اور القارہ کے قبائل نے نبی اکرمؐ سے درخواست کی کہ ان کے ہاں اسلام کے مبلغین بھیجے جائیں۔ آپ نے حضرت مرثد کی سرکردگی میں سات آدمی بھیج دئے۔ الرجیع کے مقام پر ان کے ساتھ غداری کی گئی۔ بنو ہذیل نے ان میں سے تین کو تو فوراً قتل کر دیا اور باقی چار کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر شہید کیا۔

ابو براء عامر بن مالک کی درخواست اور ضمانت پر آپ نے حضرت منذر بن عمرو کی سرکردگی میں چالیس مسلمانوں کا ایک وفد بنو عامر میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ جب وفد بیرمعونہ کے قریب پہنچا تو حرام بن ملحان نبی اکرمؐ کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے لیکن انہیں قتل کر دیا گیا۔ عامر نے باقی لوگوں کے قتل کے لئے اپنے قبیلے پر زور ڈالا، لیکن کوئی تیار نہ ہوا۔ عامر نے بنو سلیم کے لوگوں سے ان کو قتل کرایا۔ دو مسلمان بچ رہے جنہوں نے بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کیا اور بھاگ نکلے۔ رسول اللہ صلعم نے بنو عامر کے ان دو مقتولوں کی دیت ادا کی لیکن اپنے ایک آدمی کا بھی خوں بہا نہیں مانگا۔

انسدادی تدابیر

رسول اللہ صلعم نے یہودی قبیلہ بنو نضیر کو نقض عہد کی بنا پر مدینے سے جلاوطن کر دیا۔ وہ خیبر چلے گئے جہاں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلعم نے حفظِ ماتقدم کے طور پر ذات الرقاع اور دومۃ الجندل پر سرایا بھیجے۔ اول الذکر مقام پر بنو غطفان کے دو قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ

مزید قوت کے اظہار کے لئے تھا۔ طاقت کا اس سے بھی بڑا مظاہرہ شعبان ۵ھ (اپریل ۶۲۶ء) میں بدر کے مقام پر ہوا۔ نبی اکرمؐ ڈیڑھ ہزار آدمیوں اور دس گھوڑوں کے لشکر کے ساتھ بدر میں آٹھ دن تک خیمہ زن رہے۔ اس مظاہرۂ قوت سے قبائل بہت مرعوب ہوئے۔

جنگِ خندق

اہلِ مکہ نے مختلف قبائل کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا متحدہ محاذ قائم کیا اور دس ہزار کا مسلح لشکر لے کر مدینے پر حملہ آور ہوئے۔ اس میں قریش، غطفان، سلیم، فزارہ، اشجع، مرہ اور اسد تمام قبائل کے جنگجو دستے شامل تھے۔ نبی اکرمؐ کو خبر یابی کی تنظیم کے ذریعے بہت پہلے سے یہ اطلاعات مل چکی تھیں۔ چنانچہ آپ کو جنگی تدابیر اختیار کرنے کا موقع مل گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مدینے کے گرداگرد ایک خندق کھودی جائے تاکہ دشمن کے سوار دستے شہر پر چڑھائی نہ کر سکیں۔ خندق کی کھدائی میں تقریباً ایک ہفتہ لگ گیا۔ جب کفارِ مکہ اور ان کے حلفاء آئے تو انہیں مدینے کے اردگرد خندق نظر آئی جس کے پیچھے مسلمانوں کی تین ہزار کا لشکر تھا۔ اس جنگ میں یہودی قبیلے بنو قریظہ نے مسلمانوں کی مدد نہ کر کے معاہدۂ مدینہ کی خلاف ورزی کی۔

خندق واقعی کارگر کاوش ثابت ہوئی۔ صرف ایک مرتبہ دشمن کے چند گھوڑ سوار اسے پار کرنے میں کامیاب ہوئے لیکن مدافعت اتنی شدید تھی کہ وہ کچھ نہ کر سکے۔ اس کے بعد کفار نے شبخون مارنے کی کئی کوششیں کیں لیکن مسلمان پہریداروں نے ان کی کوئی پیش نہ جانے دی۔ تنگ آ کر انہوں نے بیک وقت کئی جگہ سے خندق پر حملے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں بھی منہ کی کھائی۔

دوسرے ذرائع دشمن کو شکست دینے کے لئے رسول اللہ نے لڑائی کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی استعمال کئے۔ خبر یابی کی تنظیم کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ دشمن کے لشکر میں باہمی اعتماد موجود نہیں۔ جب دشمن کو محاذاتی جھڑپوں (FRONTAL ATTACK) میں شکست ہوئی تو قدرتی طور پر ان میں بے چینی اور مایوسی پھیلی۔ دشمن نے بنو قریظہ کے ذریعے دوسرا محاذ کھولنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ صلعم نے صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے مخبروں کو بھیجا۔ پتہ چلا کہ یہود نقضِ عہد پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ آپ نے ایک گہری تدبیر اختیار کی اور بنو غطفان

سے بات چیت شروع کردی اور ان کے سامنے شرط رکھی کہ اگر وہ میدان جنگ سے ہٹ جائیں تو عارضی طور پر انہیں مدینے کی کھجور کی فصل کا ایک تہائی دے دیا جائے گا۔ معاملہ طے تو نہ ہو سکا لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مکے کے حلیفوں میں شک و شبہ کی فضا پیدا ہو گئی۔

اب رسول اللہ نے نعیم بن مسعود کو دشمن میں بد اعتمادی پھیلانے اور مسلمانوں سے دور رکھنے کے لئے مقرر کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا۔

انما انت فینا رجل واحد فخذل عنا ان استطعت، فان الحرب خدعة (۱۰)

تم ہی صرف ایسے شخص ہو، اگر کچھ کر گزرو تو دشمن کو ہم سے دور رکھ سکتے ہو۔ جنگ بھی تو ایک چال ہے۔

نعیم بنو قریظہ کے پاس گئے اور ان کو مشورہ دیا کہ وہ قریش اور غطفان کے سرداروں سے اس بات کی ضمانت کے لئے یرغمال طلب کریں کہ وہ فتح ہونے تک لڑائی جاری رکھیں گے۔ اس کے بعد وہ قریش اور غطفان سے ملے اور انہیں کہا کہ یہودی نبی ص سے مل گئے ہیں اور انہوں نے نبی ص سے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ دھوکے سے اتحادیوں کے سرداروں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ جب اتحادیوں نے دوسرے محاذِ جنگ کے سلسلے میں یہود سے آخری بات چیت شروع کی تو یہود نے یرغمال کا مطالبہ کیا اتحادیوں کا شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا (۱۰) بے اعتمادی پھیل چکی تھی کہ اسی اثنا میں مقدس مہینے قریب آ گئے۔ فتح کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے۔ موسم کی خرابی خصوصاً شدت کی سردی سپاہیوں کے لئے مصیبت اور لشکر کے جانوروں کے لئے تو ہلاکت کا سامان بن گئی۔ ابوسفیان مایوس ہو کر مکے کی طرف لوٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے قبیلے بھی میدان چھوڑنے لگے۔ آخر ایک ایک کر کے سب قبائل واپس ہو گئے اور اس طرح رسول اللہ کے خلاف جمع شدہ بہت بڑا متحدہ محاذ چھٹ گیا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔

اس جنگ کے دوران خود مسلمانوں میں جو تذبذب اور ہراس پھیلا ہوا تھا، اس کا سورۃ الاحزاب میں تفصیلی ذکر ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والو! اللہ کے انعام کو یاد کرو جب بہت سے لشکر تم پر چڑھ آئے تھے۔ ہم نے ہوائیں بھیجیں اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور اللہ تمہارے اعمال کا

بَصِيرًا ۝ إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ
مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝
وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۝
وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ
النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ
بِعَوْرَةٍ ۚ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ
عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝ وَلَقَدْ
كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ
الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝ قُل
لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ
أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا

(احزاب ، ۳۳ : ۹-۱۶)

نگراں ہے جب یہ لشکر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آگئے تھے۔ جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منھ کو آنے لگے تھے اور اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں کی آزمائش ہوگئی۔ اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے۔ جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ کیا تھا وہ محض فریب تھا۔ ان میں سے بعض کہنے لگے کہ اے اہل یثرب، تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں، لوٹ چلو۔ بعض لوگ ان میں سے نبی صلعم سے اجازت مانگتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔ یہ محض بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے کوئی ان پر حملہ آور ہو پھر ان سے فساد کی درخواست کی جائے تو یہ اس کو فوراً منظور کرلیں اور گھروں میں بالکل نہ ٹھہریں۔ حالانکہ یہی لوگ خدا سے عہد کرچکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی بازپرس ہوگی۔ آپ فرما دیجئے کہ تم کو بھاگنا نفع بخش نہیں ہوسکتا، اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تمہیں بہت کم نفع ہوگا۔

فتح مبین

درحقیقت یہ جنگ لڑکر نہیں بلکہ دوسری تدبیروں سے جیتی گئی تھی۔ یہ کامیاب دعایت کاری (DIPLOMACY) کی فتح تھی۔ جہاد کا یہ نیا پہلو تھا۔ اس طریقہ جہاد کی سب سے بڑی کامیابی صلح حدیبیہ تھی۔ مختصراً واقعات یہ ہیں کہ حضور عمرے کے ارادے سے مکے روانہ ہوئے۔ مکہ والوں نے دھمکی دی کہ اگر آپ مکے میں داخل ہونے پر اصرار کریں گے تو ہم آپ [illegible]

بظاہر اہلِ مکہ کی فتح معلوم ہوتی تھی۔ لیکن درحقیقت یہ معاہدہ قوتِ ایمانی اور دور اندیشانہ رعایت کاری کا مظاہرہ تھا۔ قرآن حکیم نے اسے "فتح مبین" کہا ہے۔ ابن اسحٰق تبصرہ کرتے ہیں:

فما فتح فی الاسلام فتح قبله کان اعظم منه، انما کان القتال حیث التقی الناس، فلما کانت الهدنة ووضعت الحرب وأمن الناس بعضهم بعضا والتقوا فتفاوضوا فی الحدیث والمنازعة ولم یکلم احد فی الاسلام یعقل شیئا الا دخل فیه، ولقد دخل فی تینك السنتین مثل من کان فی الاسلام قبل ذلك او اکثر (۱۱)	اسلام کی تاریخ میں اس سے قبل کوئی فتح اتنی بڑی نہیں تھی اس سے پہلے جب بھی لوگ ملتے تو محض قتال ہی ہوتا لیکن جب صلح ہوگئی، جنگ ختم ہوگئی، لوگ امن امان سے ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ آپس میں بات چیت کرتے اور بحثیں کرنے لگے تو جس میں ذرا بھی سمجھ بوجھ تھی وہ اسلام کے بارے میں گفتگو کرکے مسلمان ہوئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ اس سے پہلے کے سارے عرصے میں جتنے مسلمان ہوئے تھے اس سے دگنی بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں لوگ محض دو سال میں اسلام لائے۔

عادلانہ جنگ

جہاد کے بارے میں موجودہ دور میں بیشتر مسلمان مصنفین کا انداز عذر خواہی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت جہاد اسلامی انقلاب کا ذریعہ ہے اور اس کا سب سے اہم پہلو عادلانہ جنگ کا تصور ہے۔ متعدد سورتوں میں قرآن حکیم مسلمانوں کو قتال کی دعوت دیتا ہے تاکہ حق کا بول بالا ہو۔

۱۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (القرآن، النساء: ۷۵)	تم کیوں نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے جب کہ کمزور لوگ جن میں سے کچھ مرد ہیں کچھ عورتیں اور کچھ بچے ہیں دعا کرتے ہیں: اے پروردگار ہم کو ظالموں کی اس بستی سے نکال اور غیب سے کوئی دوست عطا فرما اور غیب سے ہمارے لئے مدد بھیج۔
۲۔ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ	تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کردینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود ہی پہلے چھیڑ کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے

أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○
قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ
وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ
صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ○ وَيُذْهِبْ
غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن
يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

ہو حالانکہ تمہیں اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہئے اگر تم میں ایمان ہے۔ ان سے لڑو اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیگا، ان کو ذلیل کریگا۔ تم کو ان پر غالب کریگا۔ بہت سے مسلمانوں کے دلوں کو شفا دیگا۔ اور ان کے دلوں سے غیظ و غضب دور کرے گا۔ اللہ جس پر چاہے توجہ فرمائے گا۔ اللہ علیم اور حکیم ہے۔

(القرآن، التوبہ: ١٣-١٤)

٣- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ
انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى
الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ○ إِلَّا تَنفِرُوا
يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ (التوبہ: ٣٨-٣٩)

اے ایمان والو۔ تم کو کیا ہوا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے کہا جاتا ہے، تو تم زمین سے چمٹے جاتے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی۔ دنیوی زندگی کا منافع تو آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں سخت سزا دیگا۔ اور تمہارے بدلے کسی اور قوم کو پیدا کریگا اور تم اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عادلانہ جنگ کا مقصد ہے معاشرتی فساد کو دور کرنا

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ
الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۔

(القرآن، البقرہ: ١٥١)

اگر اللہ نے لوگوں میں سے بعض کا دفعیہ بعض کے ذریعے نہ کر دیا ہوتا تو دنیا میں بدنظمی ہی پھیل جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے۔

امت مسلمہ، عام انسانیت، اور اسلامی انقلاب کی قدروں کی مدافعت۔ یہ ہیں اسلام کی عادلانہ جنگ کے محرکات۔ اسلام مشرکین کے ساتھ جیو اور جینے دو کا معاہدہ کرنے کو تیار نہیں۔ سورہ توبہ جو ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی مشرکین کے ساتھ معاہدوں کی پابندی سے بری ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم

جب مقدس مہینے گذر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں چاہو

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (التوبہ : ۱) — پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

قرآن حکیم حکم دیتا ہے

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبہ : ۵)

جب مقدس مہینے گذر جائیں تو ان مشرکین کو جہاں چاہو پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

جہاد کا مفہوم اور اس کی وسعتیں!

جہاد کیا ہے؟ اس کے مفہوم میں کتنی گہرائی اور گیرائی ہے؟ جنگ کے کن کن عام اصولوں پر یہ مشتمل ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں ہی دیا جا سکتا ہے۔

جہاد میں جنگِ کلی (TOTAL WAR) کا مفہوم شامل ہے۔ ہر صحت مند شخص اس کا مکلف ہے۔ رسول اللہ نے تو جنگِ احد میں ایک لنگڑے شخص کو بھی شریک ہونے کی اجازت دیدی تھی۔ آپ نے ایسے لوگوں کا معاشرتی مقاطعہ کر دیا جنہوں نے بعض جنگوں میں شرکت نہیں کی۔ جنگ کی مشین کو حرکت میں رکھنے کے لئے تمام لوگوں کو اس میں لگا دینے سے جو نتائج نکلتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ دور رس ہوتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ فوجی کارروائی مدافعانہ ہو۔ عوامی جنگ ناگزیر ہے اور ناقابل تسخیر عنصر ہے۔ اس پر فوج کی انسانی طاقت کو اتنا ہی اختیار ہے جتنا انسانی ارادہ کا تصرف ہواؤں اور بارشوں پر ہے۔ فان کلازوچ (VONCLAUSEWITZ) اس خیال سے متفق نہیں لیکن اگر اس نے رسول اللہ کی جنگوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو جاتا۔ رسول اللہ نے اپنی "عوامی جنگ" کی ایسی کامیاب تنظیم کی جس نے دشمن کو پوری طرح ختم کر دیا۔

نبوی طریق جنگ — سیاسی (رعایت کاری) باقاعدہ اور بے قاعدہ جنگ کی تکنیکیں، نزولی ترتیب سے یہ تینوں نبی اکرمؐ کے طریق جنگ میں موجود تھیں۔ آپ نے بے قاعدہ جنگوں سے آغاز کیا اور بتدریج آپ قوت کے ایسے ذرائع جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ آپ سیاسی فیصلے نہ صرف کر سکتے تھے بلکہ دوسروں کو معاہدہ کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔ جو نصب العین آپ کے پیش نظر تھے وہ بے حد واضح تھے۔ آپ محض اس وقت جنگ کے قائل تھے جب اس کے علاوہ کوئی

ذریعہ باقی نہ رہتا۔ خونریزی سے آپ کو بے حد نفرت تھی، اس کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وحشی، رسول اللہ کے چچا حضرت حمزہ رضؓ کا قاتل، مدینے میں آیا تو لوگ اسے رسول اللہ کے پاس لے گئے۔ لوگ اس سے انتقام لینے کے لئے بے تاب تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا " اسے چھوڑ دو، کیونکہ ایک شخص کا قبول اسلام، مجھے ہزاروں کافروں کے خون بہانے سے زیادہ عزیز ہے"(۱۲) اس رجحان طبع کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آپ طاقت کا کم سے کم استعمال کرتے تھے۔

بے قاعدہ جنگیں بے قاعدہ جنگوں پر جس قدر زور رسول اللہ نے دیا تھا، تاریخ نے اس کے پیش کرنے میں انصاف نہیں کیا۔ حالات ایسے سازگار نہ تھے کہ آپ اس کے اصولوں کو پوری طرح بروئے کار لا سکتے۔ بایں ہمہ آپ نے گوریلا جنگوں کا انداز بنیادی طور پر اپنا لیا تھا۔ الحرب خدعة "جنگ ایک چال ہے" آپ کا مشہور مقولہ ہے۔ مقدس مہینوں میں جنگ کی حرمت کا جو عقیدہ موجود تھا، آپ نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ رازداری، دعایت کاری، خبر لانی اور دشمنوں میں پھوٹ ڈالنا اور اس طرح کی دوسری تدبیریں، ایسا طریق جنگ تھا جو عرب کے روایتی غرور اور شجاعت کو گوارا نہ تھا۔ یہ یقیناً عرب طریق جنگ میں ایک نیا اضافہ تھا۔ لیکن نامساعد حالات کی وجہ سے اس طریق کار کو محدود رکھنا پڑا۔ مثال کے طور پر گوریلا جنگ کے لوازمات میں سے ایک بات یہ ہے کہ دشمن کو کبھی اس بات کا موقع نہ دیا جائے کہ وہ براہ راست حملہ کر سکے۔ لیکن مدینے میں نبی م کا مورچہ سب کو معلوم تھا اور آسانی سے ہدف بن سکتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لئے انہیں گوریلا جنگ کی تکنیک کے مطابق مدینے سے ہٹا کر منتشر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ باقاعدہ جنگ کا طرز اختیار کرنے پر مجبور رہے۔

دشمن کے مقابلے میں رسول اللہ کے پاس ہمیشہ آدمیوں اور اسلحہ کی قلت رہی تاہم آپ نے پوری کوشش کی کہ جتنا اسلحہ ہاتھ آ سکے مہیا کیا جائے اور جو بھی جنگی ذرائع ممکن ہوں بروئے کار لائے جائیں۔ جب یہودی قبائل مدینے سے جلا وطن کئے گئے تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنا اسلحہ وہیں چھوڑ جائیں۔ دشمن دیکھتا تھا کہ آپ کے ہاں روزانہ نمازوں اور دوسرے احکام کی اطاعت میں سپاہیوں کی تربیت کا مکمل انتظام موجود ہے۔

قرآنی احکامات

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (الانفال: ۶۵)

سامان جنگ تیار رکھو تاکہ تم اللہ کے دشمنوں، اپنے دشمنوں اور دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے رعب قائم رکھ سکو۔ اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

نظم وضبط پر آپ نے ہمیشہ بہت زور دیا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

۱۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور اپنے میں سے اہل امر کی۔ اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (القرآن ۶۱: ۴)

اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں صف بندی کر کے لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں۔

جہاں جہاں قرآن میں شہداء کے بارے میں بشارتیں آئی ہیں، وہ آیتیں مجاہدوں کے عزم و نظم (MORALE) کو ترقی دینے کے لئے رجز کا کام دیتی ہیں۔

۱۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ە يَسْتَبْشِرُوْنَ

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردہ گمان نہ کرو۔ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے، اللہ کے فضل میں سے جو ملتا ہے وہ اس سے خوش ہیں۔ اور اپنے پیچھے لوگوں کو جو ان سے جا کر نہیں ملے وہ یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ حزن۔ وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کی

لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (آل عمران ۱۶۹-۱۷۱) | کرتا۔

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ - ۱۱۱)

اللہ نے مؤمنین کا جان و مال جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں اللہ کا ان سے یہی وعدہ ہے جو توریت، انجیل اور قرآن میں مذکور ہے جو بھی اللہ سے کیا معاہدہ پورا کرتا ہے۔ اسے اس بیعت کی خوشخبری دے دو جو تم نے کی ہوئی ہے۔ یہی وہ عظیم کامیابی ہے۔

رسالہ کی اہمیت

اس زمانہ کی جنگوں میں سواروں کے رسالے کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ اسی کے پیشِ نظر رسول اللہ صلعم نے مالِ غنیمت میں گھوڑے کا حصہ سوار سے دگنا رکھا۔

سیاست اور جنگ

دانش مندوں نے جنگ کو "سیاست بہ آلاتِ دیگر" (POLITICS BY OTHER MEANS) کہا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس سیاست کو "جنگ بہ آلاتِ دیگر" کہا جائے تب بھی درست ہوگا۔ بحیثیت سیاستدان اور مدبّر بھی رسول اللہ کی فضیلت مسلّم ہے۔ یہاں آپ کی سیاست کا تفصیلی مطالعہ پیش کرنے کا موقع نہیں لیکن رسول اللہ صلعم نے جو معاہدات کئے وہ ا[illegible] کے نقطہ نظر سے آپ کی [illegible] اور اندیشانہ سیاسی طریق کار اور متعلقہ مسائل میں گہری نظر کی واضح شہادت ہیں۔ خصوصاً آپ کے یہودی قبائل سے معاملات خصوصی توجہ کے قابل ہیں۔ یہود سے اسلام کی نظریاتی دشمنی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی مادی ثروت، رسول اللہ صلعم کے مقصدِ رسالت کی تکمیل کے لئے شدید خطرہ تھی۔ رسول اللہ صلعم نے ان سے معاہدہ کرکے انہیں یہ موقع نہ دیا کہ وہ عرب قبائل میں حلیف تلاش کر سکیں۔ ان میں سے بعض کو مدینے سے نکال دیا اور ایک قبیلے بنو قریظہ کا توصفایا کرادیا۔ چند ہی سالوں میں یہود کسی گنتی شمار میں نہ رہے۔ عین ممکن ہے کہ ان سے کھلّم کھلا جنگ سے اتنے مؤثر نتائج حاصل نہ ہو سکتے۔

جہاد اسلامی انقلاب کا ایک ذریعہ ہے۔اس کی وسعتیں خود انقلاب سے ہمکنار ہیں چنانچہ اس کی تکنیک میں انقلابی کارگزاریوں سے پیدا شدہ ہر قسم کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔

حوالہ جات

(۱) ابن ہشام، سیرۃ النبی، جزو اوّل، صـ ۳۱۰، قاہرہ (۱۹۳۷ء)

(۲) ایضاً صـ ۳۳۹ ۔ (۳) اس واقعہ کی تفصیل اور متعلقہ آیت کے شان نزول کیلئے دیکھئے: ایضاً، جزء: ۲ صـ ۲۴۰ تا صـ ۲۴۲ ۔ (۴) ایضاً صـ ۲۸۹ ۔ (۵) ایضاً صـ ۲۶۹ ؛ (۶) ایضاً، جزء: ۳ صـ ۱

(۷) ایضاً صـ ۲۷ ؛ (۸) ایضاً صـ ۵۸ ۔ (۹) ایضاً صـ ۲۴۷

(۱۰) تفصیل کے لئے دیکھئے: ایضاً صـ ۲۴۷ تا صـ ۲۵۰

(۱۱) ایضاً صـ ۳۷۲

(۱۲) سہیلی، الروض الانف، جزء ۲، صـ ۱۳۲، مطبعۃ الجمالیہ، (۱۹۱۴ء)

"دعوہ ـ فا سلام رجل واحد احبّ الیّ من قتل الف رجل کافر"